Quarterly Research Journal of Arabic
ALOROOBA
ALOROOBA Research Journal العروبة
ISSN (Print): 2710-5172
ISSN (Online): 2710-5180

Volume: 4 *Issue*: 2 (April – June 2023)
Alorooba Research Journal
ISSN (Print): *2710-5172* ***ISSN (Online):*** *2710-5180*
HJRS: *https://hjrs.hec.gov.pk/index.php?r=site%2Fresult&id=1021427#journal_result*
Issue URL: *https://www.alorooba.org/ojs/index.php/journal/issue/view/11*
Article URL: *https://www.alorooba.org/ojs/index.php/journal/article/view/86*

Title:

خلافت اور عصر حاضر کی جمہوریت کا تقابلی جائزہ

A comparative analysis of the Caliphate & contemporary democracy

Indexation:
ISSN, DRJI, Euro Pub, Academia, Google Scholar, Asian Research Index, Index Copernicus International, index of urdu journals.

Authors:

Muhammad Sohail
PhD Scholar Department of Usooludin
University of Karachi
E-mail: sohailsafdar6388@gmail.com
ORCID: https://orcid.org/0000-0002-6555-1343

Hafiz Muhammad Kashif
PhD Scholar Department of Usooludin
University of Karachi
E-mail: 786kashif2015@gmail.com
ORCID: https://orcid.org/0009-0004-4372-3097

Muhammad Bilal
PhD Scholar Department of Islamic Learning
University of Karachi
E-mail: bilalsw83@yahoo.com
ORCID: https://orcid.org/0000-0002-0154-8137

Citation:

Muhammad Sohail, Hafiz Muhammad Kashif, & Muhammad Bilal. (2023). A comparative analysis of the Caliphate & contemporary democracy: خلافت اور عصر حاضر کی جمہوریت کا تقابلی جائزہ*. Alorooba Research Journal, 4(2), 239–260. Retrieved from https://www.alorooba.org/ojs/index.php/journal/article/view/86*

Published: 2023-06-30
Publisher: *Alorooba Academic Services SMC-Private Limited Islamabad- Pakistan*

خلافت اور عصر حاضر کی جمہوریت کا تقابلی جائزہ

A comparative analysis of the Caliphate & contemporary democracy

Muhammad Sohail
PhD Scholar Department of Usooludin
University of Karachi
E-mail: sohailsafdar6388@gmail.com ORCID: https://orcid.org/0000-0002-6555-1343

Hafiz Muhammad Kashif
PhD Scholar Department of Usooludin
University of Karachi
E-mail: 786kashif2015@gmail.com ORCID: https://orcid.org/0009-0004-4372-3097

Muhammad Bilal
PhD Scholar Department of Islamic Learning
University of Karachi
E-mail: bilalsw83@yahoo.com ORCID: https://orcid.org/0000-0002-0154-8137

Abstract

In the success of all the systems found on earth, along with the goals and objectives, the principles on which the system is constituted, are also important. Caliphate and Democracy are two political systems based on the principles of human well-being. The Caliphate system is an Islamic form of government in which Religion and the State are not considered separate, but rather, human beings run the system of society as the vicegerents and caliphs of Allah, and they act upon teachings of Islam for the well-being of human society through consultation and collaboration, while in Democracy, Religion and politics are considered separate. Religion and the state cannot interfere in each other's affairs and followers of democracy do not collaborate rather they act individually not collectively.
Keywords: *Caliphate, Democracy, Religion, Collaboration, Well-being.*

تمہید:

ریاست کو چلانے کے لیے اصول و قواعد اور انتظامی معاملات سب سیاسی نظام کا مرہون منت ہے۔ سیاسی نظام معاشرہ کی ترقی اور تنزلی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ تاریخ عالم کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ کئی سیاسی نظام اس دنیا میں رائج رہے۔ جمہوری نظام سیاست اور خلافت دونوں قدیم سیاسی نظام ہیں۔ جمہوری نظام سیاست کا آغاز 700 قبل مسیح میں ہوا جب کہ خلافت کا آغاز آج سے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال پہلے ہوا۔ خلافت کا نظام اللہ اور رسول ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں سامنے آیا جب کہ جمہوری نظام انسانی سوچ اور فکر کے ذریعے وجود میں آیا۔ زیر نظر مقالہ میں ان دو نظام ہائے سیاست کی ساخت، خصوصیات اور خامیوں کے بارے میں جاننے کی کوشش کی جائے گی۔

سابقہ کام کا تحقیقی جائزہ:

خلافت اور جمہوریت کے موضوع پر ماہرین نے کئی جہات سے کام کیا ہے۔ان میں سے کچھ کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔خلافت و جمہوریت از مولانا عبدالرحمٰن کیلانی، مکتبہ السلام، لاہور، 2002ء۔

2۔مغربی جمہوریت حقیقت اور سراب از ڈاکٹر مستفیض احمد علوی، عکس پبلشرز لاہور، 2022ء۔

3۔جدید سیاسی نظام میں جمہوریت کا تصور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں (آرٹیکل) از رضیہ شبانہ، فیاض احمد فاروق، پاکستان جرنل آف اسلامک ریسرچ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان، 2018ء۔

4۔خلافت اور جمہوریت (آرٹیکل)، از عطاء الرحمٰن، بحث و نظر، اسلام آباد، 2017ء۔

5۔اسلامی نظام سے جمہوریت کا ٹکراؤ، محمد شاہ نواز عالم، ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، انڈیا، 2005ء۔

منہج تحقیق:

زیر نظر مقالہ میں تجزیاتی منہج اختیار کرتے ہوئے خلافت اور جمہوری نظام کے آغاز وارتقاء اور خصوصیات کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

خلافت کی لغوی تحقیق:

لفظ خلافت خلف سے ہے اور یہ لفظ خلف قرآن مجید میں مختلف مقامات پر تقریبا 22 بار آیا ہے۔چند ایک مثالیں درج ذیل ہیں۔

1۔اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

﴿يَعۡلَمُ مَا بَيۡنَ أَيۡدِيهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡۖ﴾.(١)

ترجمہ: وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔

2۔ایک جگہ رب کریم نے ارشاد فرمایا:

﴿فَٱلۡيَوۡمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنۡ خَلۡفَكَ ءَايَةٗۚ﴾.(٢)

ترجمہ: پس آج کے دن ہم تیرے بدن کو نجات دیں گے تاکہ تو اپنے بعد آنے والے لوگوں کے لیے نشانی ہو جائے۔

مشہور ماہر لغت علامہ ابن منظور افریقی (متوفی 711ھ) نے لفظ خلف کا معنی کرتے ہوئے کہا:

"الخلف ضد قدام".(٣)

ترجمہ: خلف آگے اور سامنے کی ضد ہے یعنی پیچھے یا پیٹھ کی جانب۔

لفظ خلافت کی مزید تحقیق کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"والخلف المتخلف عن الأول هالكا كان أو حيا، والخلف الباقي بعد الهالك والتابع له".(٤)

ترجمہ: خلف اس شخص کو کہتے ہیں جو پہلے کا نائب ہو، خواہ وہ پہلے والا فوت ہو چکا ہو یا زندہ ہو، اور خلف اس کو بھی کہتے ہیں جو مرنے والے کے بعد موجود ہو اور اس کا تابع ہو۔

عربی زبان کے ایک اور مشہور ماہر لغت علامہ امام راغب اصفہانی (متوفی 502ھ) نے خلافت کی لغوی تحقیق کچھ اس انداز میں کی ہے:

"والمتأخر لقصور منزلته يقال له: خلف".(٥)

ترجمہ: جو شخص مرتبے اور درجے میں دوسروں سے پیچھے ہو اس کو خلف کہتے ہیں۔

یعنی یوں کہا جا سکتا ہے کہ خلف اس شخص کو کہتے ہیں جو زمان و مکان، عزت و شان کے اعتبار سے پیچھے ہو یا بعد میں ہو۔

خلافت کی اصطلاحی تحقیق:

علامہ ابن منظور افریقی نے سیاست کی اصطلاحی تعریف میں درج ذیل قول نقل کیا ہے۔

"الخلافة الإمارة وهي الخليفىٰ وإنه لخليفة بين الخلافة والخليفي".(٦)

ترجمہ: خلافت کے معنی امارت اور خلیفی کے ہیں یعنی وہ حکومت کرنے کے لیے چنا گیا ہے۔ اسلامی نظام اور احکامات کے نفاذ کے لیے کام کرنے والا انسان خلیفہ اور حکمران ہوتا ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (متوفی 1176ھ) نے خلافت کی تعریف میں درج ذیل قول کیا ہے:

"هي الرياسة العامة في التصدي لإقامة الدين".(٧)

ترجمہ: خلافت سے مراد وہ ریاست جو دین اسلام کی ترویج و اشاعت کے لیے عملی طور پر کام کرے۔

ان درج بالا تعریفات سے معلوم ہو کہ خلافت خالصتاً ایک ایسی حکومت ہے جو دین اسلام کے احکامات کے نفاذ کے لیے اللہ اور اس کے آخری رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کرتی ہے اور انسانیت کی فلاح اور نجات کا ذریعہ بنتی ہے۔

خلافت کے اصول:

دنیا کا کوئی بھی نظام ہو اس کی کامیابی اور ناکامی کا انحصار اس کی ترقی اور تنزلی کا ثبوت ہوتا ہے اور اسلام دین فطرت ہے، اس کا ہر نظام پوری انسانیت کی فلاح اور نجات کا باعث ہے۔ اس کے ہر نظام کی خوبیاں تو بیان کی جا سکتی ہیں لیکن اس میں خامیاں تلاش کرنا کسی کے بس کا روگ نہیں ذیل میں خلافت کے اصول درج ہیں۔

1۔ نیابت خداوندی:

انسان کو اللہ نے اس کائنات میں اپنا خلیفہ قرار دیا ہے۔ اللہ پاک نے جب آدم (علیہ السلام) کو جب تخلیق کرنے کا ارادہ فرمایا تو تخلیق کے ساتھ ہی ان کے فرائض بھی بیان کر دیے کہ یہ اس دنیا میں میرے نائب اور خلیفہ ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَـٰٓئِكَةِ إِنِّى جَاعِلٌ فِى ٱلْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوٓا۟ أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ ٱلدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ إِنِّىٓ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝٣٠﴾.(٨)

ترجمہ: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں تو انہوں نے عرض کیا، کیا تو زمین میں اسے نائب بنائے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خون بہائے گا اور ہم تیری حمد کرتے ہوئے تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔ فرمایا بیشک میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

اللہ نے انسان کو یہ بات باور کرادی ہے کہ اے انسان تجھے اس دنیا میں فقط میری عبادت اور میرے احکامات کی پیروی کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے، تاکہ تم حقیقی کامیابی کے حق دار قرار پاؤ۔ چناں چہ ارشاد ربانی ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱعْبُدُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُمْ وَٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝٢١﴾.(٩)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا۔ یہ امید کرتے ہوئے (عبادت کرو) کہ تمہیں پرہیز گاری مل جائے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان اللہ کی تخلیق ہے اور اس کی عبادت سے انسان حقیقی کامیابی کا حقدار بن سکتا ہے۔ اللہ نے انسان کی تخلیق کے ساتھ اس کو یہ بھی باور کرایا کہ حقیقی حاکمیت اور بادشاہت صرف اللہ کی ہے اور اہل ایمان جب برسر اقتدار آتے ہیں تو یہ دراصل اس کے خلیفہ اور نائب ہونے کی حیثیت سے ہوتا ہے، یہ مطلق العنان نہیں بلکہ اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق زندگی گذاریں، ارشاد باری تعالیٰ ہوا:

﴿إِنِ ٱلْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۚ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّآ إِيَّاهُ ۚ ذَٰلِكَ ٱلدِّينُ ٱلْقَيِّمُ وَلَـٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝٤٠﴾.(١٠)

ترجمہ: حکم نہیں مگر اللہ کا اس نے فرمایا کہ اس کے سوا تم کسی کی عبادت نہ کرو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حکم صرف اللہ کا ہے اور ہم انسانوں کو اس کا حکم ماننا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے اس دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد نظام خلافت جب قائم ہوا تو خلفاء نے اللہ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق نہ صرف زندگی گذاری بلکہ ایک ایسا مثالی معاشرہ تشکیل دیا کہ رہتی دنیا تک اس معاشرہ کی مثال ملنا ناممکن ہے۔

2۔ فرمان خداوندی کی بالادستی:

اللہ رب العزت نے انسان کو یہ تعلیم دی کہ اس کائنات کا نظام اس کے حکم کا تابع ہے اور ہر شے اس کے حکم کے مطابق چلتی ہے۔ اللہ نے اپنے بندوں کی تربیت کے لیے جتنے بھی انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا ان تمام مقدس ہستیوں نے بھی اللہ کے بتائے ہوئے فرامین پر زندگی گذاری اور اپنی امت کو بھی ان فرامین پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتے رہے، اللہ نے انبیاء کرام کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ حکم خداوندی ہے:

﴿مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدۡ أَطَاعَ ٱللَّهَۖ وَمَن تَوَلَّىٰ فَمَآ أَرۡسَلۡنَٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيظٗا ۝٨٠﴾.(١١)

ترجمہ: جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے تمہیں انہیں بچانے کے لئے نہیں بھیجا۔

اس کے ساتھ ہی اللہ نے انسان کو اپنے اور انبیاء کرام کے فرمان کو ماننے اور اس کی بالادستی تسلیم کرنے کا پابند بنایا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمۡ عَنۡهُ فَٱنتَهُواْۚ﴾.(١٢)

ترجمہ: اور رسول جو کچھ تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے رک جاؤ۔

احادیث رسول کریم ﷺ میں بھی ہمیں واضح طور پر یہ تعلیمات ملتی ہیں کہ اللہ کے احکامات کی شان بہت بلند ہے اور ان پر عمل کرنا انسان کے لیے ہی فائدہ مند ہے۔ اسی مناسبت سے ایک حدیث پاک میں اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"من اقتدى بكتاب الله لا يضل في الدنيا، ولا يشقى في الآخرة".(١٣)

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کتاب اللہ کی پیروی کی وہ نہ دنیا میں گمراہ ہوگا اور نہ آخرت میں بدبخت۔

ان آیات واحادیث سے واضح ہوا کہ اللہ کے احکامات ہر حوالہ سے افضل و اعلیٰ ہیں اور ان فرامین کو تسلیم کرنے میں انسان کی نجات ہے۔ خلفاء راشدین اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین کو فوقیت دیتے اور حتی الامکان یہی کوشش کرتے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کر کے اپنے لیے اور اپنی رعایا کے لیے ایک مثالی معاشرہ تشکیل دیں۔

3۔ عدل وانصاف کا قیام:

اگر معاشرہ میں عدل وانصاف نہ ہو اور لوگ اپنے تنازعات اور جھگڑوں کے فیصلے خود کرنے لگیں تو وہ معاشرہ تباہ ہو جاتا ہے۔ رب کریم خود عدل وانصاف کو پسند فرماتا ہے اور اپنے بندوں کو بھی باہم عدل وانساف کے ساتھ رہنے کا حکم دیتا ہے۔ ارشاد ہوا۔

﴿وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ﴾.(١٤)

ترجمہ: اور مجھے حکم ہوا کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔

یعنی رسول کریم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ اے میرے نبی آپ ﷺ نے لوگوں کے درمیان عدل قائم کرنا ہے، ان کے باہم جھگڑوں کو افہام و تفہیم کے ساتھ عدل کے معیار کو مد نظر رکھتے ہوئے ختم کرانا ہے تاکہ یہ لوگ اپنے حقیقی مقصد کو بھول نہ جائیں۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کی تربیت اسی انداز میں کی۔ ان کے درمیان تنازعات کو عدل و انصاف کے ساتھ ختم کیا اور یوں ایک مثالی معاشرہ وجود میں آیا۔ نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کو تعلیم دیتے ہوئے عدل و انصاف کا جو قانون اپنایا وہی قانون اپنی ذات طیبہ اور اپنے خاندان کے لوگوں کے لیے بھی باقی رکھا۔ اس حوالہ سے ایک مشہور حدیث پیش کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إنما أهلك من كان قبلكم أنهم كانوا يقيمون الحد على الوضيع، ويتركون الشريف، والذي نفس محمد بيده لو أن فاطمة بنت محمد فعلت ذلك لقطعت يدها".(١٥)

ترجمہ: یہ ایک طویل حدیث شریف ہے جس میں فاطمہ مخزومیہ نامی عورت نے چوری کی تو اس کا مقدمہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہو، آپ ﷺ نے فرمایا کہ چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے لہٰذا اس خاتون کا ہاتھ کاٹا جائے تو اس عورت کے خاندان نے رسول کریم ﷺ کے صحابی زید بن ثابت سے ہاتھ کاٹنے کی سزا ختم کرانے کی سفارش کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

تم میں سے پہلی امتیں جو گزری ہیں وہ اسی لیے تباہ ہوئیں وہ لوگ کم تر درجے کے مجرموں پر قانون کے مطابق سزا لاگو کرتے اور اونچے درجے لے لوگوں کو چھوڑ دیتے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں مجھ محمد ﷺ کی جان ہے اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ کاٹ دیتا۔

نظام خلافت کے قیام میں صحابہ کرام نے اپنا حصہ ڈالا اور جب یہ نظام قائم ہوا تو ان کے سامنے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی واضح تعلیمات موجود تھیں تو انہوں نے اس نظام کو اپناتے ہوئے ایک ایسا مثالی معاشرہ تشکیل دیا کہ جس میں عدل و انصاف کا معیار بہت بلند تھا اور خاص کر حضرت عمر بن خطاب کا دور خلافت تو عدل و انصاف کے حوالہ سے بہت مشہور ہے۔

4۔ مساوات:

مساوات کا قیام کسی بھی ریاست اور حکومت کے لیے زندگی اور موت کے برابر ہوتا ہے۔ اگر ریاست میں لوگوں کے درمیان مساوات قائم نہ ہو تو وہ معاشرہ تنزلی کا شکار ہو جاتا ہے۔ قبل از اسلام پوری دنیا کے لوگوں کی بالعموم اور خطہ عرب کے لوگوں کی بالخصوص معاشرتی مساوات کی حالت بہت ابتر تھی۔ امیر و غریب، رنگ و نسل اور زبان

وخاندان کے فرق ومراتب رائج تھے۔خواتین کو جینے کا حق تھا نہ وارثت میں کوئی حصہ۔اسلام نے آکران تمام تعصبات کو ختم کیااور تمام لوگوں کو باہم شیر وشکر کر دیااوران کو بھائی بنادیا۔اللہ نے ارشاد فرمایا۔

﴿إِنَّمَا ٱلۡمُؤۡمِنُونَ إِخۡوَةٞ فَأَصۡلِحُواْ بَيۡنَ أَخَوَيۡكُمۡۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُونَ ١٠﴾.(١٦)

ترجمہ: یقینااس کے سواکچھ نہیں کہ سب مسلمان (آپس) میں بھائی ہیں توان میں صلح کرواؤاور اللہ سے ڈروتاکہ تم پر رحم کیاجائے۔

اسی طرح اللہ رب العزت نے ان قبیح تعصبات کو بھی اس آیت کی روشنی میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم فرمادیا۔

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقۡنَٰكُم مِّن ذَكَرٖ وَأُنثَىٰ وَجَعَلۡنَٰكُمۡ شُعُوبٗا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓاْۚ إِنَّ أَكۡرَمَكُمۡ عِندَ ٱللَّهِ أَتۡقَىٰكُمۡۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٞ ١٣﴾.(١٧)

ترجمہ: اے لوگو ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیااور ہم نے تمہیں (مختلف) بڑی قومیں اور قبیلے بنایاتاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بیشک اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ بزرگی والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

اسی طرح نبی معظم ﷺ نے بھی ایک مثالی معاشرہ کی تعمیر کے لیے اپنے صحابہ کرام کی تربیت اسی قاعدہ اور قانون کے مطابق فرمائی۔آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"إن الله لا ينظر إلىٰ صوركم وأموالكم، ولكن ينظر إلىٰ قلوبكم وأعمالكم".(١٨)

ترجمہ: اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تمہاری صورتیں اور مال نہیں دیکھتا بلکہ اللہ تمہارے دل اور اعمال دیکھتاہے۔

درج بالا آیات واحادیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہوئی کہ انسان کا خاندان، علاقہ، رنگ ونسل اور زبان فقط اس کی پہچان کا ذریعہ ہیں۔اس بنا پر کوئی انسان ایک دوسرے سے ممتاز نہیں لیکن اگران کے درمیان اگر کوئی وجہ امتیاز ہے تو انسان ہونا۔صحابہ کرام نے اس اصول کو اپنے دل میں ایک خاص مقام دیااور آپس میں مساوات کو فروغ دیااور ہجرت مدینہ کے وقت مدینہ کے انصار صحابہ کرام کا اپنے مہاجر بھائیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا مساوات کی ایک بہترین مثال کے طور پر ہمارے سامنے موجود ہے۔دور خلافت میں بھی اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے صحابہ کرام باہم مساوات کے ساتھ رہتے رہے۔

5۔شوریٰ:

شوریٰ کا لفظ مشاورت سے ماخوذ ہے اور اس کا معنٰی ہے مشورہ کرنا یعنی کسی بھی کام کی انجام دہی سے قبل اس کے بارے میں اہل علم اور صاحبان بصیرت سے مشورہ کرناان کی رائے جاننااور پھر اس مشورہ کی روشنی میں اپنے کام کو انجام دینے کے لیے عملی کوشش کرنا۔اللہ کریم نے خاص طور پر اپنے آخری نبی جناب آنحضرت ﷺ کو اپنے صحابہ کی تربیت کے لیے ان سے مشورہ طلب کرنے کا حکم دیااس بارے میں ارشاد ہوا۔

﴿وَشَاوِرۡهُمۡ فِي ٱلۡأَمۡرِۖ﴾.(١٩)

ترجمہ: اور (ضروری) کاموں میں ان سے مشورہ لیں۔

حضرات مفسرین کرام بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے صحابہ سے ضروری کاموں میں مشورہ کرنے کی درج ذیل حکمتیں ہیں۔

1۔ عزت افزائی۔

2۔ تالیف قلبی۔

3۔ مشورہ کی افادیت کا ظاہر ہونا۔[20]

اس آیت کریمہ میں مشورہ کی اہمیت واضح ہو رہی ہے۔ صحابہ کرام تاجدار کائنات ﷺ کے وصال کے بعد باہم مشاورت سے اپنے کام انجام دیتے تھے جیسے کہ جمع قرآن کا مسئلہ درپیش ہوا تو صحابہ نے اس امر کی شان اور اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے باہم مشاورت سے قرآن کریم کو کتابی صورت میں جمع کیا جو آج ہمارے سامنے موجود ہے۔ ان فرامین کی روشنی میں اللہ کے حبیب ﷺ نے اپنے صحابہ کو باہم مشورہ کرنے کا عادی بنایا اور صحابہ نے آپ ﷺ کی وفات کے بعد اس فرمان پر بھی مکمل طور پر عمل کیا اور ایک بہترین نظام خلافت ہمارے سامنے آیا۔

6۔ ریاست کی ذمہ داری:

کائنات کا کوئی بھی نظام سیاست ہو اس میں حکومت کے اختیارات و فرائض ہوتے ہیں، اگر حکومت بے اختیار ہو تو اس نظام یا حکومت کا کوئی بھی فائدہ نہیں ہوتا۔ اسلام سے قبل جتنے بھی نظام رائج تھے، ان میں ریاست کے فرائض صرف حکمران یا امیر طبقے کی دیکھ بھال اور ضروریات کا خیال رکھا جاتا۔ غریب و نادار لوگوں کو جینے کا حق بہت مشکل سے ملتا۔ اسلام کی آمد کے بعد یہ سارا نظام تبدیل ہوا۔ امیر و غریب، چھوٹے اور بڑے کی تفریق ختم ہوئی۔ حکومت کے اختیارات میں موجود ہر قسم کی طبقاتی تقسیم کو ختم کیا گیا۔ اسلامی نظام سیاست میں اس بات کو اہمیت دی گئی کہ ریاست کے امور خدا ترس اور رحم دل انسانوں کے ہاتھوں میں ہوں تاکہ وہ بغیر کسی امتیاز کے انسانیت کی فلاح اور نجات کے لیے کام کر سکیں۔ اللہ کریم نے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ يَأۡمُرُكُمۡ أَن تُؤَدُّواْ ٱلۡأَمَٰنَٰتِ إِلَىٰٓ أَهۡلِهَا وَإِذَا حَكَمۡتُم بَيۡنَ ٱلنَّاسِ أَن تَحۡكُمُواْ بِٱلۡعَدۡلِۚ﴾.[٢١]

ترجمہ: بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم ادا کرو امانتیں امانت والوں کو، اور یہ کہ جب تم فیصلہ کرو لوگوں کے درمیان تو فیصلہ کرو عدل کے ساتھ۔

اس آیت سے یہ اصول واضح ہوا کہ ریاست کی ذمہ داری ان لوگوں کے سپرد ہونی چاہییں جو اس ذمہ داری کے اہل ہوں اور لوگوں میں عدل و انصاف قائم کر سکیں۔ اللہ کے حبیب ﷺ نے عدل و انصاف کے تقاضے پورے نہ کرنے والے حکمرانوں کے بارے میں درج ذیل وعید ارشاد فرمائی۔

"ما من أمير يلي أمر المسلمين ثم لا يجهد لهم ولا ينصح لهم إلا لم يدخل معهم في الجنة".(٢٢)

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے کہ جو حاکم مسلمانوں کی حکومت کا منصب سنبھالے، پھر اس کی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لیے جان نہ لڑائے اور خلوص کے ساتھ کام نہ کرے تو وہ مسلمانوں کے ساتھ جنت میں قطعاداخل نہیں ہوگا۔

اس سے ظاہر ہوا کہ ریاست کے حکمران کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے فرائض کو خلوص اور احسن طریقے سے سر انجام دے تاکہ اس کا شمار نیک اور جنتی لوگوں میں ہو۔

7۔اطاعت بالمعروف اور نہی عن المنکر:

اسلامی نظام سیاست کی ایک اہم خوبی یہ ہے کہ اس میں حکومت و ریاست کی اطاعت صرف اور صرف معروف یعنی اچھے کاموں کو پورا کرنا ہے، معصیت اور گناہ کے کاموں میں حاکم وقت چاہے وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو اس کی اطاعت لازم و ضروری نہیں۔خلاف قانون کسی بھی کام کا حکم دینا حاکم وقت کو کسی بھی طرح زیب نہیں دیتا۔اللہ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کے فرائض منصبی کچھ یوں بیان فرمائے۔

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِذَا جَآءَكَ ٱلْمُؤْمِنَـٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰٓ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِٱللَّهِ شَيْـًٔا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَـٰدَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَـٰنٍ يَفْتَرِينَهُۥ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِى مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَٱسْتَغْفِرْ لَهُنَّ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝١٢﴾.(٢٣)

ترجمہ: اے نبی جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں آپ سے بیعت کریں اس پر کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گی، اور نہ چوری کریں گی، نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان گھڑ کر لائیں گی اپنے ہاتھ اور پاؤں کے درمیان اور دستور کے مطابق کسی کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی تو آپ انہیں بیعت فرمالیں۔

اسی طرح ایک اور جگہ اللہ نے واضح طور پر مسلمانوں کو تعلیم دیتے ہوئے فرمایا۔

﴿وَتَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْبِرِّ وَٱلتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْإِثْمِ وَٱلْعُدْوَٰنِ ۚ﴾.(٢٤)

ترجمہ: اور تم نیکی اور پرہیزگاری (کے کاموں) میں باہم ایک دوسرے کی مدد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

یعنی نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں اطاعت لازم ہے اور برائی، گناہ کے کاموں میں اطاعت بالکل ضروری نہیں۔اطاعت بالمعروف کے سلسلہ میں رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"لا طاعة في معصية الله تعالىٰ، إنما الطاعة في المعروف".(٢٥)

ترجمہ: رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ کی نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں، اطاعت صرف معروف یعنی اچھائی کے کاموں میں ہے۔

اسلامی نظام سیاست میں اطاعت امیر صرف اسی صورت میں ممکن ہوتی کہ جب امیر بذات خود اللہ کے بتائے ہوئے اچھے طریقوں پر عمل کرتا اور لوگوں کو بھی اچھے کاموں کی اطاعت کا حکم دیتا۔ جو حاکم خود اچھے کاموں سے دور رہتا ہو اس کی پیروی کیسے ممکن ہو سکتی؟۔

8۔ ریاست کے قیام کا مقصد:

ریاست کا قیام ایک بہتر معاشرہ کی تکمیل میں مدو معاون ثابت ہوتا ہے۔ اگر ریاست نہ ہو تو اس معاشرہ کے افراد اپنے معاملات کے حوالہ سے بہت سے ابہام کا شکار ہو جائیں گے اس لیے ریاست کا قیام بہت ضروری ہے۔ اسلامی نظام سیاست میں ریاست اور حکمران کا اولین مقصد یہ ہے کہ وہ اسلام کے احکامات کے مطابق معاشرہ میں اچھائی کو فروغ دے اور برائیوں کو مٹائے۔

اللہ نے ریاست کے قیام کا مقصد کچھ یوں بیان فرمایا ہے:

﴿ٱلَّذِينَ إِن مَّكَّنَّٰهُمْ فِى ٱلْأَرْضِ أَقَامُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُا۟ ٱلزَّكَوٰةَ وَأَمَرُوا۟ بِٱلْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا۟ عَنِ ٱلْمُنكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَٰقِبَةُ ٱلْأُمُورِ ﴿٤١﴾﴾.[٢٦]

ترجمہ: وہ لوگ (ایسے ہیں کہ) اگر ہم انہیں زمین میں سلطنت عطا فرمائیں (تو) وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ریاست کے قیام کا مقصد اعلاء کلمۃ الحق اور اللہ کے احکامات کا نفاذ ہے۔ اگر یہ مقصد حاصل نہ ہو تو اس ریاست کا قیام بظاہر اس دنیا میں تو فائدہ مند ہو سکتا ہے لیکن درحقیقت یہ ریاست ایک ناکام ریاست ہو گی۔

9۔ خود سے اقتدار کا طالب نہ ہونا:

اسلامی نظام سیاست سے قبل دنیا میں موجود سیاسی نظاموں پر نظر دوڑائی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان نظاموں کی چکا چوند روشنیاں دیکھ کر ہر بندہ اقتدار کا خواہشمند ہوتا۔ چاہے وہ اقتدار کے منصب کی اہلیت رکھتا ہے یا نہیں رکھتا اس کی یہ خواہش ضرور ہوتی کہ صاحب اقتدار ہو، لیکن اسلامی نظام سیاست میں مسلمان اقتدار کے خود طلب گار نہیں ہوتے بلکہ اس معاشرہ کے اہل حل وعقد اہل لوگوں کو منصب سیاست پر فائز کرتے۔ اللہ کریم نے بھی اس بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿تِلْكَ ٱلدَّارُ ٱلْءَاخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِى ٱلْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۚ وَٱلْعَٰقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٨٣﴾﴾.[٢٧]

ترجمہ: یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے (مخصوص) کرتے ہیں جو زمین میں سرکشی کا ارادہ نہیں کرتے اور نہ فساد کا۔ اور پرہیزگاروں کے لیے اچھا انجام ہے۔

اس آیت کے معانی میں غور وخوض سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص زمین میں فساد کا قائل نہیں اللہ اس کے لیے آخرت کے گھر یعنی اخروی فلاح ونجات کا انتظام کر چکا ہے۔ حاکم وقت اگر اپنے منصب حکومت کو اپنی رعایا اور عوام کی فلاح وبہبود کی خاطر اسلامی احکامات کے مطابق چلاتا ہے تو وہ نجات کا حق دار قرار پائے گا اور ایک مثالی معاشرہ کی تشکیل میں اس کے لیے آسانی ہوگی۔ ان خواص سے معلوم ہوا کہ اسلامی نظام سیاست حاکم وقت اور عوام جب اپنی ذمہ داریاں پوری کرتے ہیں اور اسلامی احکامات کی پاسداری کرتے ہیں تو اللہ کی طرف سے انہیں غیبی مدد ونصرت حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا وآخرت میں کامیابی نصیب ہوتی ہے۔

جمہوریت

جمہوریت کی تعریف:

جمہوریت کے لیے انگریزی زبان میں لفظ ڈیموکریسی (*Democracy*) استعمال کیا جاتا ہے اور یہ لفظ یونانی زبان کے لفظ ڈیموکراٹیا (*Demokratia*) سے ماخوذ ہے۔ یونانی زبان میں لفظ ڈیمو سے مراد ہے عوام اور کراٹیا کا معنیٰ ہے حاکمیت۔ (28)

انگریزی زبان میں اس کی درج ذیل تعریفات کی گئی ہیں۔

"Government of People, A form of government in which the supreme power is vested in the people and is directly exercised by them or by their elected agents under free electoral system". (۲۹)

ترجمہ: عوام کی حکومت، ایک ایسی حکومت کی ایک ایسی شکل جس میں اصل طاقت عوام کو حاصل ہوتی ہے اور عوام ایک آزادانہ انتخابی نظام کے ذریعے اپنے عوامی نمائندے حکومت کے لیے منتخب کرتی ہے۔

یعنی منتخب عوامی نمائندہ حکومت چلانے کا اختیار رکھتا ہو، اس کو ڈیموکریسی کہا جاتا ہے۔

"The belief in freedom and equality between people, or as system of government based on this belief, in which power is either held by the elected representative or by the people themselves". (۳۰)

ترجمہ: حکومت کا ایک ایسا طریقہ کار جس میں میں عوام کے درمیان مساوات اور آزادی سے جینے کا اصول واضح ہو اور عوامی نمائندے اس اصول پر سختی سے کاربند ہوں۔

امریکہ کے سولھویں صدر ابراہم لنکن (متوفی 1865ء) نے جمہوری (ڈیموکریٹک) نظام سیاست کو اپنانے کے لیے ایک خطاب میں ڈیموکریسی کو ان الفاظ میں بیان کیا۔

"Government of the people, by the people, for the people, let every American, every lover of liberty, every well-wisher to his posterity, swear by the blood of revolution, never to violate. The last particular, the laws of country, and never to tolerate their violations by others". (۳۱)

ترجمہ: عوام کی حکومت، عوام کے لیے، عوام کے ذریعے۔ ہر امریکی شہری کو چاہیے کہ وہ اپنی آزادی، اپنی خوشحالی کے لیے خونیں انقلاب کی قسمیں کھائے کہ وہ ملکی قوانین کی کسی بھی صورت خود خلاف ورزی کریں گے نہ کسی اور کرنے دیں گے۔

جمہوریت کا آغاز وارتقاء:

ماہرین سیاست کے مطابق جمہوریت کا آغاز 700 قبل مسیح یونان سے ہوا۔ مشہور برطانوی سیاسی فلاسفر کیتھ گراہم نے جمہوریت کے آغاز وارتقاء کے حوالہ سے درج ذیل بات کہی ہے۔

"Democracy, we must remember was the name of type of political regime first durably established in the Greek City- State of Athens by the aristocrat Kleisthenesin 508 Bc".(٣٢)

ترجمہ: ہمیں بہر حال یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ جمہوریت اسی طرز حاکمیت وسیاست کا نام ہے جو پہلی بار ایک بہتر طریقہ سے یونان کے شہر ایتھنز میں قائم ہوئی اور اس حکومت کا سربراہ کلیس تھنینس تھا۔

یونان کے مقامی لوگ اس وقت کی اسمبلیوں اور سیاست کے اجلاس میں شریک ہوتے لیکن ان اجلاسوں میں عوام الناس کو کچھ کہنے یا مشورہ دینے کی اجازت نہ ہوتی تھی کیوں کہ اس وقت حکومت اشرافیہ (یعنی) مال دار طبقہ کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔ یہ طبقہ قوانین بنانے سمیت ہر قسم کی آزدای، مراعات اور سہولیات کا حقدار ہوتا تھا۔ اس سارے عرصہ میں عام طبقہ استحصال کا شکار ہوتا رہا یہاں تک کہ مختلف علاقوں سے اشرافیہ کے ظلم وستم کے خلاف آوازیں اٹھنے لگیں۔(33)

یونان کے قدیم سیاسی نظام پر تنقید کرنے والوں میں سولون (Solon) اور کلیستھنز (Cleisthenes) شامل ہیں۔ سولون نے کلیستھنز سے تقریبا نوے سال پہلے اس نظام پر تنقید کرنا شروع کی جس کے نتیجہ میں ملک یونان میں بغاوت کا خطرہ پیدا ہونے لگا تو اس وقت کے حکمران طبقہ (اشرافیہ) نے سولون کو بلایا اور ملک میں سیاسی اصلاحات کے لیے مشاورت طلب کی۔ سولون نے اشرافیہ کو درج ذیل تجاویز دیں۔

1۔ یونانی باشندوں پر عائد ٹیکسز ختم کیے جائیں۔

2۔ اشرافیہ کے علاوہ دیگر طبقات کو بھی اسمبلی اجلاسوں میں مشاورت کی اجازت دی جائے۔

3۔ غریب یونانی باشندگان کو ٹیکس ادا نہ کرنے کی صورت میں غلام بنانے سے گریز کیا جائے۔(34)

ان تجاویز کی بدولت یونان میں پہلی بار تمام طبقات برابر ہوئے اور سب کو برابر حقوق حاصل ہوئے۔ سولون کی ان تجاویز پر اس وقت کے حکمرانوں بادل نخواستہ عمل کرنا شروع کیا لیکن ان تجاویز کو دل سے قبول نہ کیا اور جو نتائج ان تجاویز سے حاصل ہونا ممکن تھے وہ حاصل نہ ہو سکے۔

تقریباً نوے سال تک سولون کی ان تجاویز پر عمل درآمد ہوتا رہا اور پھر یونان کی سیاسی تاریخ میں کلیستھنز (Cleisthenes) ایک بڑے نقاد کے طور پر سامنے آیا اور اس نے اس نظام میں تبدیلیوں کا مطالبہ کیا۔اس کے مطالبہ کو یونان کے دیگر باشندگان نے بھی قبول کیا۔اس نے یونان کی سیاست کو درج ذیل تین اہم حصوں میں تقسیم کیا۔

1۔جنرل اسمبلی کے ممبران کی تعداد 6000 افراد پر مشتمل تھی جس کا مقصد قوانین کے بارے میں رائے طلب کرنا قوانین اور نئے قوانین کے بارے میں رائے عامہ ہموار کرنا تھا۔

2۔ قانون ساز کونسل جس کے ممبران کی تعداد 500 افراد پر مستمل تھی اور یہ کونسل قوانین بنانے کے لیے قائم کی گئی۔

3۔آزاد عدلیہ کا قیام جس کا مقصد ملک میں قوانین کا نفاذ اور عمل درآمد کرانا تھا۔[(35)]

جمہوری سیاسی نظام کی نشاۃ ثانیہ:

ماہرین سیاست کے مطابق جمہوری نظام سیاست کی نشاۃ ثانیہ اٹھارویں صدی عیسوی میں ہوئی۔ مغربی دانشوروں نے ابتدائی جمہوری تصورات کو ایک نئے سیاسی نظام میں ڈھالنے کا کام شروع کیا۔اس نشاۃ ثانیہ میں جمہوریت ایک نئی شکل میں سامنے آئی اور اس کا سہرا فرانس سے تعلق رکھنے والے تین دانشوروں مونٹیسکو (متوفی 1755ء)، والٹیئر (متوفی 1778ء) اور جین جیک روسو (متوافی 1778ء) کے سر ہے۔ان تینوں فلاسفر نے جمہوری نظام کو ایک نئی جہت دینے میں اہم کردار ادا کیا۔[(36)]

جمہوریت کے ارتقاء میں مملکت روم کا نام سر فہرست آتا ہے۔ سلطنت روم اپنے ابتدائی دور میں کوئی مثالی ریاست نہ تھی لیکن رومی شہریوں کی ریاست کی انتظامی تقسیم اور دستوری حسن انتظام کا کارنامہ اور جمہوریت کے ارتقاء میں ایک بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ پانچویں صدی عیسوی میں عیسائی مذہب کو سرکاری سرپرستی حاصل ہوئی اور کلیسا کی گرفت سیاسی معاملات پر مضبوط ہونا شروع ہوئی تو عیسائی مذہب نے رومی سلطنت کو جہاں سماجی آداب اور تہذیب و تمدن کی بنیادی اقدار دیں وہیں اس مذہب نے مضبوط اور مستحکم سیاسی ادارے بھی فراہم کیے جیسے کہ ایک مشہور امریکی مصنف ول ڈیوراں (Will Durant) لکھتے ہیں:

> *"Above all, the Church at her zenith gave to the states of Europe an international code and government".* [(۳۷)]

ترجمہ: اہل کلیساء نے یورپ کو اپنے عروج میں بین الاقوامی قوانین اور حکومتیں عطاء کیں۔

ازمنہ وسطیٰ کے سیاسی دور کا ایک بہترین کارنامہ نمائندہ حکومتوں کا قیام ہے جو موجودہ جمہوریت کی ایک امتیازی اور بنیادی خصوصیت ہے۔ نویں صدی عیسوی میں یورپ جرمنی، اٹلی اور فرانس تین حصوں میں تقسیم ہو چکا تھا۔اس زمانہ میں آبادی بڑھنے لگی، قوانین پیچیدہ ہونے لگتے تو مختلف علاقوں کے باشندے اپنے نمائندہ مقرر کرتے جو

ملکی حالات کو اپنے ہاتھوں میں لے کر اس جمہوری نظام کا پہیہ چلاتے رہتے۔اس حوالہ سے ایک مشہور سیاسی مفکر جان ڈن (*John Dunn*) کی تحقیق کے مطابق:

"ان نئی نمائندہ حکومتوں اور ریاستوں میں پہلی بار ایسی فکر پروان چڑھ رہی تھی جس میں عوام جمہوری اقدار کو فروغ اور ترقی پاتا دیکھ رہے تھے اور جمہوریت نے خواب سے نکل کر حقیقت کی دنیا میں قدم رکھ دیا تھا[38]۔

جمہوریت کے عناصر ترکیبی:

جمہوری عمل کے استحکام اور فروغ کے لیے کچھ چیزیں انتہائی اہمیت کا حامل ہوتی ہیں جن کی بناء پر جمہوریت کا حسن برقرار رہتا ہے۔جمہوری عمل لے لیے درج ذیل تین چیزیں اس کے اجزائے ترکیبی شمار ہوتی ہیں۔

1۔حاکمیت عوام:

حاکمیت عوام سے مراد ہے ملک میں بسنے والے عوام کی حکومتی عمل میں شراکت داری، یہ جمہوری عمل کے لیے ایک بنیادی عنصر ہے۔جمہوری عمل میں عوام ہی ملک کے اصل فرمانروا مانے جاتے ہیں۔ان کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ جس انسان، تنظیم یا پارٹی کو چاہیں مسند اقتدار سونپ دیں اور جس کو چاہیں حکومت سے محروم کردیں۔ایک جمہوری معاشرہ میں عوام کی نمرضی کے بغیر حکومت قائم ہوسکتی ہے اور نہ ہی حکومت گر سکتی ہے۔ملک میں جو قوانین بھی منظور ہوں گے انہی عوام کی مرضی سے منظور ہوں گے۔[39]

جمہوری نظام میں ظاہری طور پر تو عوام کو بنیادی اہمیت تو حاصل ہوتی ہے لیکن حقیقت میں عوام صرف ظلم کی چکی میں پس کر رہ جاتے ہیں جو کہ درست نہیں۔جمہوری نظام سیاست میں عوام بنیای اکائی ہوتے ہیں

2۔انفرادی آزادی:

انفرادی آزادی جیسے کہ نام سے ظاہر ہے اس کا معنی ہے ایک فرد اپنی زندگی گذارنے میں ہر طرح سے آزدا ہے۔اس کو جمہوریت کی روح کہا جاتا ہے۔جمہوری ملک میں ہر شخص کو مذہبی آزدای حاصل ہوتی ہے کسی کو کوئی حق حاصل نہیں ہوتا کہ وہ کسی دوسرے کے عقیدہ ومذہب میں مداخلت کرے۔اسی طرح ہر شخص کو تنظیم سازی، اجتماع اور اظہار رائے کی آزدای حاصل ہوتی ہے۔جمہوری ریاست میں ہر فرد کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ حکومتی پالیسیوں پتر تنقید کرے اور اس حکومت کا محاسبہ کرے تاکہ حکومتی نمائندوں کا چال چلن درست رہے اور ان کی کج روی کا محاسبہ ہوتا رہے۔اس طرز حکومت میں ہر مذہبی گروہ کو اپنے مذہب اور عقیدہ کے مطابق آزدای حاصل ہوتی ہے کہ وہ اپنے رسوم وروایات کے مطابق مذہب پر عمل پیرا ہو اور ملکی قوانین کی حدود میں رہتے ہوئے اپنی تہذیب کو فروغ دے۔جمہوری ممالک میں ہر فرد کو تجارت، ملازمت اور روزگار کے حصول میں بھی کوئی مشکل درپیش نہیں ہوتی۔جمہوری ممالک میں

ریاست فرد کی نجی زندگی میں اس وقت تک مداخلت نہیں کرتی جب تک کہ اس فرد کی آزادی دوسرے فرد، معاشرے یا ملکی سلامتی کے لیے خطرہ نہ بنے۔ [40] اس نظام میں آزادی چاہے انفرادی ہو یا اجتماعی دونوں ہی بے کار ہوتی ہیں۔

3۔ مساوات:

انسانی مساوات کا یہ مطلب ہے کہ افراد پیدائش کے اعتبار سے مساوی ہیں، ذات پات، رنگ و نسل اور جائے پیدائش کے لحاظ سے وہ بالکل برابر ہیں ان میں کسی بھی قسم کا کوئی امتیازی سلوک جمہوری روایات کے منافی ہے۔ مساوات کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ کہ معاشرہ کا ہر فرد قانون کی نظر میں یکساں اور برابر ہے اور ہر شخص کو بلا تفریق مذہب و قوم زندگی گذارنے اور آگے بڑھنے کے مواقع میسر ہیں۔ مساوات کی وجہ سے ہی ہر شہری سیاسی اور اقتصادی حقوق سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔

کسی بھی جمہوری ملک میں اگر ان تین عناصر جمہوریت میں سے ایک عنصر بھی نہ پایا جائے تو وہ معاشرہ مطلق العنانیت اور آمریت کا شکار ہو جاتا ہے۔ جمہوریت ہر انسان کے فطری حقوق و فرائض کا خیال کرتی ہے اور لوگوں کی زندگی بہتر بناتی ہے۔ جمہوریت میں لوگوں کو اپنا نمائندہ منتخب کرنے اور انہیں معزول کرنے کا جو اختیار حاصل ہے وہ دنیا کے کسی اور نظام میں موجود نہیں۔

جمہوریت کی اقسام:

موجودہ زمانہ میں جمہوریت کے دو طریقے رائج ہیں جن کو دو قسمیں کہا جا سکتا ہے تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ پارلیمانی جمہوری نظام کا مختصر تعارف:

پارلیمانی نظام جمہوریت سے مراد ایک ایسا جمہوری نظام جس میں منتخب حکومت کے وزراء، ملک کے وزیر اعظم کے ماتحت کام کرتے ہیں اور اس نظام میں تمام اختیارات وزیر اعظم کے پاس ہوتے ہیں۔ وزیر اعظم اپنی صوابدید کے مطابق اختیارات اپنے وزراء میں تقسیم کرتا ہے اور یہ تمام وزراء اپنے اختیارات کے حوالہ سے وزیر اعظم کو جواب دہ ہوتے ہیں۔ [41]

اس نظام میں تمام اختیارات اور قوتوں کا مالک وزیر اعظم ہوتا ہے اور یہ خود تو ہر قسم کی پابندی سے آزاد ہوتا ہے لیکن ریاستی امور کو چلانے کے لیے ہمہ قسم اختیارات استعمال کر سکتا ہے۔

پارلیمانی طرز جمہوریت کا دائرہ کار:

پارلیمانی طرز جمہوریت حکومت کا نظام اور دائرہ کار ایک وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ اس نظام میں عوام الناس اپنی مرضی کے اراکین کو اپنی آزادانہ رائے کے مطابق منتخب کرتے ہیں جس کے بعد اسمبلیوں کا قیام عمل میں لایا جاتا ہے۔ یہ اسمبلیاں دو حصوں میں تقسیم ہوتی ہیں۔

1۔ قومی اسمبلی جس کا منتخب نمائندہ ایم این اے یارکن پارلیمنٹ کہلاتا ہے۔

2۔ صوبائی اسمبلی جس کا منتخب نمائندہ ایم پی اے یارکن صوبائی اسمبلی کہلاتا ہے۔

قومی اسمبلی میں پورے ملک کے مختلف علاقوں (حلقہ) سے لوگ رکن اسمبلی منتخب ہوتے ہیں۔ایک حلقہ سے ایک رکن قومی اسمبلی منتخب ہوتا ہے۔اس سیاسی نظام میں قومی اسمبلی میں منتخب نمائندے وزیر اعظم اور حزب اختلاف کا انتخاب کرتے ہیں ۔ تمام اختیارات وزیر اعظم کے پاس ہوتے ہیں اور وزیر اعظم اپنی ایک ٹیم منتخب کرکے ملکی سالمیت، ترقی اور استحکام کے لیے کام شروع کرتا ہے۔جب کہ قومی اسمبلی میں موجود قائد حزب اختلاف قومی سلامتی کے امور میں وزیر اعظم سمیت وزراء کی کارکردگی پر تنقید کرتا ہے اور اصلاحات کی تجاویز بھی دیتا ہے۔اس طرز حکمرانی میں تمام منتخب ممبران کو برابر حق رائے دہی حاصل ہوتا اور ان کو اپنے علاقہ کی عوام کی فلاح اور بہتری کے لیے فنڈز مہیا کیے جاتے ہیں۔ قومی اسمبلی میں عموماً ملکی سطح کے معاملات پر بحث چلتی ہے۔اس پارلیمانی طرز سیاست میں ریاست صدر بھی ہوتا ہے لیکن ریاست کا سربراہ وزیر اعظم ہوتا ہے۔صدر کے پاس اختیارات بہت محدود ہوتے ہیں حتیٰ کہ کچھ ملکوں میں صدر فقط قومی اسمبلی سے منظور ہونے والے قوانین کی توثیق کرتا ہے۔دنیا کے تقریبا 77 ممالک میں پارلیمانی طرز جمہوریت رائج ہے۔

صوبائی اسمبلی میں منتخب نمائندے اس صوبے کے وزیر اعلیٰ کا انتخاب کرتے ہیں ۔۔ صوبائی اسمبلیوں میں اس متعلقہ صوبہ کی مختلف حلقہ بندیوں سے صوبائی اراکین منتخب ہوتے ہیں۔ایک قومی اسمبلی کے حلقہ کے ماتحت دو صوبائی اسمبلی کے منتخب نمائندے کام کرتے ہیں اور ان کا مقصد عوام کی بہتری اور فلاح وبہبود کے کاموں کو فروغ دینا ہوتا ہے۔ صوبائی اسمبلی میں بھی قائد حزب اختلاف کا انتخاب کیا جاتا ہے۔صوبائی اسمبلی میں عموما اس صوبے سے متعلقہ امور زیر بحث آتے ہیں۔ قومی اور صوبائی اسمبلی ممبران کا انتخاب زیادہ سے زیادہ پانچ سالہ مدت کے لیے ہوتا ہے۔ (42)

2۔ صدارتی نظام جمہوریت کا تعارف:

ایک ایسا نظام جمہوریت جس میں ریاست کا سربراہ اس ریاست کا صدر ہوتا ہے اور اس کو تمام اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔صدر کا انتخاب آزادانہ رائے شماری کے ذریعے ہوتا ہے۔اس ملک میں عوامی نمائندے بھی موجود ہوتے ہیں لیکن ان کے پاس جزوی اختیارات ہوتے ہیں۔ملک میں وزیر اعظم بھی ہوتا ہے لیکن اس کے پاس بھی اختیارات بہت محدود ہوتے ہیں۔ (43)

اس طرز جمہوریت میں عوام کی فلاح وبہبود سے متعلق تمام امور صدر کی زیر نگرانی مکمل ہوتے ہیں۔وزیر اعظم صدر کو مشورہ دے سکتا ہے لیکن فیصلہ کا اختیار صدر کے پاس ہوتا ہے۔

صدارتی نظام کا دائرہ کار:

صدارتی نظام میں عوام اپنی مرضی سے اپنے نمائندے منتخب کرتی ہے اور ملک میں قومی اسمبلی کا وجود عمل میں آتا ہے۔ قومی اسمبلی کے انتخاب کے بعد ملک کے سربراہ صدر کا انتخاب ہوتا ہے اور آئینی طور پر تمام اختیارات کا مالک ہوتا ہے۔ صدر اپنے امور کی انجام دہی کے لیے ایک ٹیم کا انتخاب کرتا ہے اور مختلف امور ان افراد کے سپرد کرتا ہے۔ یہ تمام وزراء اپنی کارکردگی کے لیے صدر کو براہ راست جواب دہ ہوتے ہیں۔ ریاست کا سربراہ اپنی ریاست کی فلاح اور بہتری کے لیے عوامی نمائندوں سے مشاورت طلب کرتا ہے اور اس مشاورت کو حتمی شکل دینا صدر کی صوابدید پر مشتمل ہوتا ہے۔ صدارتی نظام جمہوریت میں صدر کا انتخاب بعض ممالک میں پانچ اور بعض ممالک میں چار سال کے لیے ہوتا ہے۔[(44)]

جمہوری نظام کی خوبیاں:

1۔ اختیارات کی تقسیم:

دنیا کے سیاسی نظاموں میں اختیارات کی تقسیم کا مسئلہ بہت عرصہ تک زیر بحث رہا۔ اس کا حل جمہوری نظام نے پیش کیا۔ پارلیمانی نظام سیاست میں اختیارات وزیر اعظم کے پاس اور صدارتی جمہوری نظام میں اختیارات صدر کے پاس ہوتے ہیں۔

2۔ جانچ پڑتال:

دنیا کے قدیم سیاسی نظاموں میں (سوائے خلافت) کے حکمران طبقہ کے اختیارات اور حقوق پر بات کرنا جرم تصور کیا جاتا تھا۔ جمہوری نظام سیاست میں قوانین پر عمل درآمد کرنا سب کے لیے لازم اور ضروری ہوتا ہے۔ ملکی فلاح اور ترقی کے پیش نظر جانچ پڑتال اس نظام کی کامیابی میں بہت اہم ہے جس کی بدولت عوام ملکی معاملات سے باخبر رہتے ہیں۔

3۔ قوانین کی افادیت:

کسی بھی نظام میں قوانین کی افادیت اور اثر انگیزی بہت اہمیت کی حامل ہے۔ جمہوری نظام میں ریاست عوام کی فلاح اور ترقی کے لیے قوانین وضع کرتی ہے تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ ان قوانین کی افادیت سامنے آئے اور عوام ان قوانین کو دل سے تسلیم کریں اور ان پر عمل کریں۔

4۔ قومی حکومت:

جمہوری نظام سیاست کے نتیجہ میں ایک قومی حکومت کی تشکیل ہوتی ہے اور اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ملک کی مجموعی صورت حال اور تقاضوں کے پیش نظر تمام جمہوری ادارے ایک صفحہ پر ہوتے ہیں اور آپس میں مشاورت کے ذریعے ملک کی ترقی کے لیے کاوشیں شروع ہوتی ہیں۔

5۔ آزادانہ اظہارِ رائے کا حق:

آزادنہ رائے دہی ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔ جمہوری سیاسی نظام میں عوام الیکشن کے موقع پر اپنے اس حق کا استعمال کرتے ہوئے اپنے پسندیدہ لوگوں کو اقتدار کے ایوانوں میں بھیجتے ہیں تاکہ یہ لوگ ان کی فلاح اور بہتری کے لیے آزادانہ ماحول میں کام کر سکیں۔(45)

جمہوری ممالک میں اظہار رائے کا دعویٰ تو بہت کیا جاتا ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس اور بہت بھیانک ہے۔ شواہد اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اگر کوئی فرد جمہوری حکومت کی پالیسیوں پر اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے تو اس کو خطرناک نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

جمہوری نظام کی خامیاں:

1۔ پارٹی سسٹم:

جمہوری نظام سیاست میں پارٹی سسٹم بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اس نظام میں پارٹیاں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دیتی ہیں۔ الیکش سے قبل تمام پارٹیاں اپنے اپنے سیاسی منشور کا اعلان کرتی ہیں۔ ان منشورات کے اعلان کے بعد ہر پارٹی اپنے مد مقابل پارٹی کے منشور پر تنقید کرتے ہوئے اخلاقیات کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھتی ہیں۔

2۔ کم پڑھے لکھے افراد کا سیاست میں آنا:

جمہوری نظام میں سیاست کے لیے ہر بندہ چاہے وہ پڑھا لکھا ہے یا نہیں، سیاست کے لیے اہل ہوتا ہے۔ اکثر یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ کم ترقی یافتہ ممالک میں کم پڑھے لکھے لوگ سیاست میں حصہ لیتے ہیں اور جب یہ لوگ الیکشن کا مرحلہ طے کر کے اقتدار کے ایوانوں میں آتے ہیں تو ان کا مقصد عوامی خدمت نہیں ہوتا بلکہ اپنی ذات کو آسائشیں اور سہولیات فراہم کرنا ان کا سب سے محبوب مشغلہ ہوتا ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں یہ مسئلہ بہت عام ہے اور اس کی وجہ سے یہ ممالک معاشرتی اور معاشی لحاظ سے بہت مشکلات کا شکار ہیں۔

3۔ الیکشن کا نظام:

جمہوری سیاسی نظام میں الیکشن کا جو نظام ہمیں نظر آتا ہے اس میں ووٹ دینے کے مرحلہ میں عوام کی تعداد یعنی ووٹ دینے والوں کی تعداد کو گنا جاتا ہے۔ ووٹ دینے والے کی اہلیت، اس کی عقل اور تعلیم کے ساتھ ساتھ اس بات کو بھی نظر انداز کیا جاتا ہے کہ کیا شخص ووٹ کے لیے حق رائے دہی کا اہل بھی ہے یا نہیں؟ عام اور سادہ الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اہل حل وعقد کی بجائے ووٹ کی پرچی پر اس نظام کا زیادہ دار و مدار ہے۔

جمہوری نظام کے اس طرز عمل پر ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کا یہ شعر صادق آتا ہے۔

اس راز کو اک مرد فرنگی نے کیا فاش　　　　ہر چند کے دانا اسے کھولا نہیں کرتے

جمہوریت ایک طرز حکومت ہے کہ جس میں بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے[46]

الیکشن کا یہ نظام بہت ہی بھیانک شکل اختیار کر چکا ہے۔اس طرز میں عقل منداور کم عقل، تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ ہر طبقہ برابر شمار کیا جاتا ہے۔

4۔اشرافیہ کا نظام:

جمہوری نظام میں بھی دنیا کے دیگر نظاموں(سوائے نظام خلافت کے) کی طرح اشرافیہ کا زور نظر آتا ہے۔یعنی اس نظام میں جو جتنا امیر کبیر ہو،اس نظام کا حصہ بن سکتا ہے اور اس نظام کا حصہ بننے کے بعد بھی وہ اپنی ذات کو مرکزی حیثیت دیتے ہوئے اپنی تجوریاں بھرنے کا سوچتا رہتا ہے اور عام انسانوں کی فلاح و بہبود کو کوئی خاص مقام نہیں دیتا۔

5۔جواب دہی کے تصور کا معدوم ہونا:

جمہوری نظام اشرافیہ کے زیر تسلط ہونے کی بناء پر اس نظام میں جواب دہی کا تصور بالکل معدوم ہے۔اس نظام میں تمام عوامی نمائندے وزیر اعظم یا صدر کو جواب دہ ہوتے ہیں اور صدر و وزیر اعظم پارلیمنٹ کو۔تاریخی شواہد اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ چاہے عوامی نمائندے ہوں یا صدر و وزیر اعظم کسی کو جواب دینا اپنی توہین سمجھتے ہیں اور اگر کوئی ان سے کسی ملکی معاملہ پر جواب طلب کر لے تو اس کے جانی دشمن بن جاتے ہیں۔[(47)]

دنیا کے جن ممالک میں جمہوریت رائج ہے ان میں سے ترقی یافتہ ممالک کے حکمران اپنے سیاسی اور فلاحی پالیسیوں کے لیے عوام کے سامنے جواب دہ ہوتے ہیں لیکن ترقی پذیر ممالک (پاکستان وغیرہ) میں حکمران کسی کو جواب دینا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔

خلاصہ البحث:

معاشرہ اور انسان دونوں لازم و ملزوم ہیں اور ان دونوں کی بقاء اور ترقی کا انحصار ایک پائیدار سیاسی نظام پر ہے۔سیاسی نظام جتنا مضبوط اور طاقت ور ہو گا انسانی معاشرہ اسی قدر ترقی یافتہ ہو گا۔تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ اس دنیا میں جن اقوام نے معاشرتی ترقی کا عروج دیکھا اس میں اس قوم کے سیاسی نظام کا بہت گہرا عمل دخل رہا اور جیسے ہی اس قوم کا زوال شروع ہوا،اس زوال میں سب سے بڑی وجہ سیاسی نظام کا غیر فعال ہونا ہے۔جب تک مسلم سلطنت میں نظام خلافت قائم رہا،اس وقت تک اس سلطنت کی رعایا میں بغیر کسی تفریق کے امن و سکون،عدل و انصاف،عزت و آبرو کی حفاظت اور روزگار کی فراہمی میں کوئی رکاوٹ نہ رہی کیوں کہ نظام خلافت میں احتساب کا عمل بہت ہی سخت تھا اور اس میں حاکم و محکوم کا کوئی امتیاز نہ ہوتا تھا۔ہر دو طبقات میں مساوات،عدل و انصاف موجود تھا لیکن جیسے ہی مسلمانوں نے اسلامی تعلیمات سے منہ موڑا،سارا معاشرہ بے راہ روی ایسا شکار ہوا کہ آج تک یہ معاشرہ دوبارہ ترقی اور عروج حاصل کرنے میں ناکام ہے۔

جمہوری سیاسی نظام، انسان کا وضع کردہ نظام ہے۔ اس نظام کو وضع کرنے والوں کا خیال تو یہ تھا کہ اس کے ذریعہ عوام کی فلاح و بہبود ممکن بنائی جاسکے اور شروع شروع میں یہ نظام انسانی فلاح بہبود کے معاملہ میں کامیاب بھی رہا۔ رفتہ رفتہ اس نظام میں بھی انسانی حرص اور لالچ نے بگاڑ پیدا کرنا شروع کیا اور کم پڑھے لکھے، اخلاقیات سے عاری لوگ اس نظام کو چلانے لگے جس کی بناء پر اس نظام کی چند ایک خوبیاں اس کی خامیوں میں چھپ گئیں۔ حاکم و محکوم کا فرق واضح ہوا اور عدل وانصاف ختم ہو کر رہ گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انسانی فلاح و بہبود کے تمام کام رک گئے اور جمہوری نظام سے ایک خاص طبقہ اشرافیہ فوائد اٹھا رہا ہے۔

سفارشات:

1۔ قرآن وسنت کی تعلیمات پوری دنیا میں عام کرنے کے لیے اسلامی ممالک کے سرکردہ اور اہل علم لوگ اپنا کردار ادا کریں۔

2۔ نظام خلافت کے قیام کے لیے اسلامی ممالک میں ایک مشترکہ کاوش شروع کی جائے تاکہ امت مسلمہ کی اجتماعیت ظاہر ہو۔

3۔ مسلم ممالک کے نوجوانوں کو بالخصوص نظام خلافت کے طریقہ کار سے روشناس کرایا جائے۔

4۔ جن اسلامی ممالک میں جمہوری نظام رائج ہے لہذا اس نظام کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھالا جائے تاکہ اس کے صحیح اثرات عوام الناس تک پہنچ سکیں۔

6۔ جمہوری نظام کیوں کہ انسانوں کا وضع کردہ ہے، اس میں موجود خامیوں کو دور کرنا بھی انسانوں کا ہی فرض ہے۔

7۔ پوری دنیا میں اہل علم لوگوں کو نظام سیاست کا حصہ بنایا جائے۔

8۔ حکمران طبقہ کو اخلاقیات سے روشناس کرایا جائے تاکہ رعایا کی فلاح و بہبود ممکن ہو۔

---

(1)۔ القرآن: طٰہٰ: 110۔

(2)۔ القرآن: یونس: 92۔

(3)۔ ابن منظور، محمد بن مکرم، علامہ، لسان العرب، جلد 9، ص 82، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1971ء۔

(4)۔ ایضاً۔

(5)۔ اصفہانی، ابوالقاسم حسین بن محمد الراغب، علامہ، مفردات القرآن، ص 100، نور محمد کتب خانہ کراچی، س ن۔

(6)۔ ابن منظور، محمد بن مکرم، علامہ، لسان العرب، جلد 9، ص 89، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1971ء۔

(7)۔ دہلوی، شاہ ولی اللہ، محدث، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، صفحہ 2، قدیمی کتب خانہ کراچی۔

(8)۔ القرآن: البقرۃ: 30۔

(9)۔ القرآن: البقرۃ: 21۔

(10)۔القرآن:یوسف:40۔

(11)۔القرآن:النساء؛80۔

(12)۔القرآن:الحشر:7۔

(13)۔نیشاپوری،حافظ ابوعبداللہ الحاکم،امام،المستدرک للحاکم علی الصحیحین، جلد2،صفحہ 381،دارالمعرفہ،بیروت،لبنان،1435ھ۔

(14)۔القرآن:الشوریٰ:15۔

(15)۔نیشاپوری،حافظ ابوعبداللہ الحاکم،امام،المستدرک للحاکم علی الصحیحین، جلد2،صفحہ 381،دارالمعرفہ،بیروت،لبنان،سن ندارد۔

(16)۔القرآن:الحجرات:10۔

(17)۔القرآن:الحجرات:13۔

(18)۔مسلم بن حجاج،امام،الصحیح المسلم،باب الصلۃ الرحمۃ،رقم الحدیث 2564۔

(19)۔القرآن:آل عمران:159۔

(20)۔عطاری،ابوصالح محمد قاسم،مفتی،تفسیر صراط الجنان،جلد1،صفحہ،دعوت اسلامی پبلیکیشنز کراچی۔

(21)۔القرآن:النساء:58۔

(22)۔مسلم بن حجاج،امام،مسلم،الصحیح المسلم،جلد2،صفحہ 128،مکتبہ نعمانیہ،ملتان۔

(23)۔القرآن:الممتحنہ:12۔

(24)۔القرآن:المائدہ:2۔

(25)۔مسلم بن حجاج،امام، صحیح مسلم،جلد2،ص124،مکتبہ نعمانیہ،ملتان۔

(26)۔القرآن:الحج:21۔

(27)۔القرآن:القصص:83۔

(۲۸) *Della Summers, Longman Dictionary, Page 433, Essex Harlow London, 1987.*
(۲۹) *Ibid.*
(۳۰) *Samuel Johnson, A Dictionary of English Language, Page 299, London, 1755.*
(۳۱) *Morris I, The Measure of Civilization, page 611, Princeton University Press, 2003.*
(۳۲) *Keith Graham, The Battle of Democracy, page 21, Sage Publications, London, 1988.*
(۳۳) *Ibid.*
(۳٤) *Moris I, Bergen Megazine, page 313, Ameriaca, 2003.*
(۳٥) *Igor Lakota, The System of Incomplete Bicameralism, page 44, University of Ljbuljana, Slovakia, 2013.*
(۳٦) *Ibid.*
(۳۷) *Will Durant, The Story of Civilization, page 7, vol 6, Simon and Schuster Publisher, New York, 2005.*
(۳۸) *John Dunn, Democracy the Unfinished Journey, page 54, Oxford University Press, London, 1992.*

(39)۔نوروزی،محمد جواد،فلسفہ سیاست،ص93،مرکز انتشارات،قم،ایران،2005ء۔

(40)۔ایضاً،2005ء۔

(٤١) *Sandrol Paul, the Presidentialist in Latin America, page 517-521, International Journal of Public Administration, America.*
(٤٢) *Ibid.*
(٤٣) *Ibid.*
(٤٤) *Ibid.*
(٤٥) *Von Mettenheim Kurt, Presidential Institutions and Democratic Systems, page 2-4, John Hopkins University.*

(٤٦)۔ڈاکٹر، محمد اقبال، علامہ، کلیات اقبال، صفحہ 610، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس، دہلی، 2014ء۔

(٤٧) *Von Mettenheim Kurt, Presidential Institutions and Democratic Systems, page 2-4, John Hopkins University.*